

حیلہ کی شرعی حیثیت

پروفیسر مولانا سید باچا آغا

گورنمنٹ ڈگری کالج، مسلم باغ

لفظ حیلہ واحد اور اس کی جمع حیل ہے، جیسے کہ عبرۃ کی جمع ”عبر“ ہے اور حکمت کی جمع ”حکم“ ہے۔ الحیلۃ جمع حیل، تصرف کی قوت، ہوشیاری، دور بینی کو کہا جاتا ہے۔ اٹل جمع احوال و خیول قوت اور الحیلۃ کی معنی ہے کہ:

القدرة على التصرف في الاشغال۔ (۱)

ترجمہ: کاموں میں تصرف کی قوت۔

حیلہ کے جواز کے متعلق علماء احناف کا مذہب یہ ہے کہ ایسا حیلہ کرنا جس کے ذریعے سے آدمی اپنے آپ کو حرام کام یا چیز سے دور رکھے یا اس کے ذریعے سے حلال چیز تک پہنچ جائے تو ایسا کرنا نیک اور اچھا کام ہے اور اس کی اجازت ہے۔ لیکن اس کے برعکس ایسا حیلہ کرنا جس سے کسی دوسرے شخص کا حق دیا جائے یا حق سے بے حق کیا جائے یا اس میں شبہ پیدا کیا جائے، پانا جائز اور باطل کام یا مشتبہ چیز کو صحیح اور صحیح کرنے کا ذریعہ بنایا جائے تو ایسا حیلہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ عالمگیری میں اس سلسلے میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

مذہب علمائنا رحمہم اللہ تعالیٰ أن کل حيلة یحتال بها الرجل لایبطال حق الغير أو لادخال شبهة فیہ أو لتمویہ باطل فیہ مکروہة وکل حيلة یحتال بها الرجل لیقتلخص بها عن حرام أو لیقتوصل بها الی حلال فیہ حسنة۔ (۲)

ترجمہ: ہمارے علمائے (نام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب) کا مذہب یہ ہے کہ ہر حیلہ جس کو آدمی اس واسطے کرتا ہے کہ اس سے حق غیر باطل ہو جائے یا اس میں کوئی شبہ پیدا ہو جائے یا بغرض تمویہ باطل کرتا ہے تو وہ مکروہ ہے۔ اور ہر وہ حیلہ جس کو اس غرض سے کرتا ہے کہ حرام سے خلاص ہو یا اس کے وسیلہ سے حلال تک پہنچ جائے یعنی حلت حاصل ہو تو یہ جائز ہے۔

اس قسم کے میل کے جواز کے لئے اصل شرعی یہ فرمان خداوندی ہے کہ:

خذ بيدك ضعفاً فاضرب به ولا تحنث۔ (۳)

ترجمہ: اور پکڑ اپنے ہاتھ میں سینکڑوں کاٹھا پھر اس سے مارے اور اپنی قسم میں جھوٹا نہ ہو۔

مفسرین نے اس کا واقعہ یا شان نزول اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت ایوب جن دنوں میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے امتحانات میں مبتلا ہو گئے تھے، یعنی وہ جانی اور مالی سخت نقصان میں ڈال دئے گئے تھے، ”تو ایک بار شیطان ایک طبیب کی شکل میں حضرت ایوب کی بیوی کو ملا تھا، اسے انہوں نے طبیب سمجھ کر علاج کی درخواست کی، اس نے کہا اس شرط سے کہ اگر ان کو شفا ہو جائے تو یوں کہہ دینا کہ تو نے اس کو شفاء دی، میں اور کچھ نذرانہ نہیں چاہتا۔ انہوں نے حضرت ایوب سے ذکر کیا، انہوں نے فرمایا بھلی مائیں وہ تو شیطان تھا میں عہد کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو شفاء دیدے تو میں تجھ کو سو ۱۰۰ قمچیاں ماروں گا، پس آپ کو سخت رنج پہنچا اس سے کہ میری بیماری کی بدولت شیطان کا یہاں تک حوصلہ بڑھا کہ خاص میری بیوی سے ایسے کلمات کہلوانا چاہتا ہے جو ظاہراً موجب شرک ہے گو تاویل سے شرک نہ ہوں۔“ (۴) بہر حال حضرت ایوب نے اپنی پاک دامن اہلیہ سے اس بدگمانی کی بناء پر سو ۱۰۰ چھڑیں مارنے کی قسم کھالی تھی، مگر حق تعالیٰ جو کلمہ عالم الغیب ہیں حقیقت حال سے واقف اور ان کی اہلیہ کو بے قصور جانتے تھے اس لئے حضرت ایوب علیہ السلام کو قسم میں جھوٹا ہونے سے بچانے اور لوگوں کو اہلیہ کی بے قصوری ثابت کرنے کے لئے حکم دیا کہ سو ۱۰۰ اشاخوں والے گچھے (مثل جاڑو) سے اپنی اہلیہ کو اس طرح سے ماریں کہ سب ان کے بدن سے لگ جائیں تو وہ قسم میں حائل نہ ہوں گے۔ چنانچہ اس حکم پر عمل کیا گیا تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا ہے اور یہی صحیح مذہب ہے۔ جیسے کہ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ:

وقال بعضهم ان الحكم كان عاماً ثم نسخ والصحيح بقاء الحكم۔ (۵)

ترجمہ: اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ حکم عام تھا پھر منسوخ ہوا، اور صحیح یہ ہے کہ اس کا حکم باقی ہے۔

اور اسے منسوخ کیوں کہا جائے؟ حالانکہ کتاب الحدود، باب الزنا میں ایک انتہائی کمزور شخص کو زنا کی وجہ سے سو کوڑے مارنے کے موقع پر خود رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی جیسا حکم فرمایا تھا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

عن سعيد بن سعد بن عبادہ۔ قال كان بين ابينا رجل مخدج ضعيف فلم يرع الا وهو على امة من اماء الدار يخبث بها فرفع شأنه سعد بن عبادہ الى رسول الله ﷺ، فقال اجلدوه ضرب مائة سوط قالوا يابني الله هو اضعف من ذالك لو ضربناه مائة سوط مات، قال فخذوا له عشكالا فيه مائة شمراخ فاضربوه ضربة واحدة۔ (۶)

حضرت سعد بن سعید بن عبادہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا ہے کہ ہمارے محلے میں ایک شخص فطرتاً انتہائی کمزور تھا اور اس نے ایک عورت سے زنا کر لیا تو حضرت سعد بن عبادہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس واقعے کو بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا اسے سو کوڑے مارو، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ بہت ہی کمزور ہے اگر ہم اس کو سو کوڑے ماریں گے تو وہ اس سے مر جائے گا۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا سو قچیوں کا ایک گچھا باندھ کر ایک بار اسے مار دو۔

اب اگر پھر بھی کوئی شخص اس فرمان خداوندی کو کسی دلیل کے بغیر منسوخ ہونے کا قائل ہو جائے تب بھی ایسی حدیث اس کے جواز اور چبوت کے لئے کافی ہے۔ بہر حال مذکورہ آیت کریمہ میں درج اس واقعہ سے متعلق چند مسائل واضح ہوئے۔

پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی کو سو ۱۰۰ قمچیاں مارنے کی قسم کھالے اور بعد میں سو قمچیاں الگ الگ مارنے کی بجائے تمام قچیوں کا ایک گٹھا بنا کر ایک ہی مرتبہ مار دے تو اس سے قسم پوری ہو جاتی ہے۔ اسی لئے حضرت ایوبؑ کو ایسا کرنے کا حکم دیا گیا، یہی امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے۔ لیکن جیسا کہ علامہ ابن ہمامؒ نے لکھا ہے کہ اس کے لئے دو شرطیں ضروری ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس شخص کے بدن پر ہر چھی طولاً یا عرضاً ضرور لگ جائے۔ دوسرا یہ کہ اس سے کچھ نہ کچھ تکلیف ضرور ہو۔ اگر اتنے ہلکے سے قمچیاں بدن کو لگائی گئیں کہ بالکل تکلیف نہ ہوئی تو قسم پوری نہیں ہوگی۔ (۷) فتح القدیر میں درج ہے کہ:

إذا حلف ليضربه مائة سوط فجمع مائة سوط وضربه بها مرة لا يحنث لكن بشرط أن يصيب بدنه كل سوط منها، وذلك إما أن يكون بأطرافها قائمة أو بأعراضها مبسوطة والایلام شرط فيه أما عدمه بالكلية فلا۔ (۸)

ترجمہ: اگر کسی نے قسم کھالی کہ میں اسے سو قمچیاں ماروں گا اور پھر سو ۱۰۰ قمچیوں کو جمع کر کے ایک ہی بار مارا تو وہ حنث نہیں ہو گا اس شرط کے ساتھ کہ وہ سو کے سو اس کے بدن کو لگ جائیں یہ اس وقت ممکن ہے کہ یہ اطراف سے طولاً قائم یا عرضاً باندھے ہوئے ہوں، اس میں بدن کو تکلیف کا پہنچنا شرط ہے اگر تکلیف کلیہً معدوم ہو تو پھر حنث ہو گا۔

دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ کسی نامناسب یا مکروہ بات سے بچنے کے لئے کوئی شرعی حیلہ اختیار کیا جائے تو وہ جائز ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت ایوبؑ کے واقعہ میں قسم کا اصلی تقاضا یہ ہے کہ آپ اپنی زوجہ مطہرہ کو پوری سو ۱۰۰ قمچیاں ماریں لیکن چونکہ ان کی زوجہ مطہرہ بیگناہ تھیں اور انہوں نے حضرت ایوبؑ کی بیعتِ خد مت کی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود حضرت ایوبؑ کو ایک حیلہ کو تلقین فرمائی اور یہ تصریح کر دی کہ اس طرح ان کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ اس لئے یہ واقعہ حیلہ کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔ (۹)

تیسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نامناسب، غلط یا ناجائز فعل قسم کھالے تو قسم منقذ ہو جاتی ہے اور اس کے توڑنے پر بھی کفارہ آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر اس صورت میں کفارہ نہ آتا تو حضرت ایوبؑ کو یہ حیلہ تلقین نہ فرمایا جاتا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ

کسی نامناسب کا منہ پر قسم کھالی جائے تو شرعی حکم یہ ہے کہ اسے توڑ کر کفارہ ادا کر دیا جائے (۱۰) جیسے کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

إذا حلفت على يمين فرأيت غيرها خيراً منها، فكفر عن يمينك وأت الذي هو خير۔ (۱۱)

جو شخص ایک قسم کھالے پر بعد میں اس کی رائے یہ ہو کہ اس قسم کے خلاف عمل کرنا زیادہ بہتر ہے تو اسے چاہئے کہ وہ وہی کام کرے جو بہتر ہو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حیلے اسی وقت جائز ہوتے ہیں جب کہ انہیں شرعی مقاصد کے ابطال کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ اور اگر حیلہ کا مقصد یہ ہو کہ کسی حقدار کا حق باطل کیا جائے یا کسی صریح فعل حرام کو اس کی روح پر قرار رکھتے ہوئے اپنے لئے حلال کر لیا جائے تو ایسا حیلہ بالکل ناجائز ہے۔ مثلاً زکوٰۃ سے بچنے کے لئے بعض لوگ یہ حیلہ کرتے ہیں کہ سال کے ختم ہونے سے ذرا پہلے اپنا مال بیوی کے ملکیت میں دیدیتے ہیں، پھر کچھ عرصہ کے بعد بیوی اسے شوہر کی ملکیت میں دیدیتے ہیں اور جب اگلا سال ختم ہونے کے قریب ہو تو پھر شوہر اس مال کو بیوی کو ہبہ کر دیتا ہے، اس طرح کسی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ لہذا ایسا کرنا چونکہ مقاصد شرعیہ کو باطل کرنے کی ایک کوشش ہے اس لئے حرام ہے اور شاید اس کا وبال ترک زکوٰۃ کے وبال سے زیادہ بڑھ کر ہو۔ اس سلسلے میں علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ:

وعندى أن كل حيلة أوجبت إبطال حكمه شرعية لا تقبل كحيلة سقوط الزكاة۔ (۱۲)

اور میرے نزدیک ہر وہ حیلہ جو حکمت شرعیہ کے ابطال کا سبب بنے اسے قبول نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ سقوط زکوٰۃ کا حیلہ۔

الحاصل حسن نیت اور صدق دل کے ساتھ حیلوں کے ذریعے اگر یہی بات مقصود ہو کہ اس طرح حرام اور گناہ کے کام سے بچنا ہے یا حلال اور ثواب کام کرنے کا یہ وسیلہ ہو، اور اس بات کا پورا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام کاموں اور نیتوں سے واقف اور عالم الغیب ہیں تو حیلہ کرنا جائز ہو گا اور اگر بدعتی کے ساتھ فرائض و واجبات بھی ادا کئے جائیں تو وہ بھی مذاب میں مبتلا کرنے کے ذرائع اور ناجائز ہونگے۔ مثلاً نماز جو لوگوں کو دکھانے یا لوگوں کے دلوں میں اپنے آپ کو محترم ثابت کرنے کے لئے ہوں تو وہ بھی ناجائز ہوگی۔

اعاذنا اللہ تعالیٰ وھوالمولیٰ الحق البین

{مراجع ومصادر}

۱:- النجد فی اللغة، منشورات دار المشرق، بیروت، طبعة الخامسة والستون، ۱۹۹۶ء، ص ۱۶۵

۲:- علامہ شیخ نظام وجماعہ من علماء الهند، الفتاویٰ العالیہ، مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ، ۱۹۸۳ء، ج ۶، ص ۳۹۰

۳:- ص ۳۸:۳۲

۴:- مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ج ۷، ص ۵۲۰

۵:- ابی الفضل، شہاب الدین سید محمود آلوسی، روح المعانی، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج ۲۳، ص ۲۷۶

۶:- القزوينی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ، سنن ابن ماجہ، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ص ۱۸۵

۷:- بحوالہ بالا، مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج ۷، ص ۵۲۲

۸:- ابن حاتم، فتح کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدر، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج ۵، ص ۱۸۰

۹:- بحوالہ بالا، مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج ۷، ص ۵۲۳

۱۰:- ایضاً، ج ۷، ص ۵۲۳

۱۱:- البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الایمان، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج ۲، ص ۹۸۰

۱۲:- بحوالہ بالا، ابی الفضل، شہاب الدین سید محمود آلوسی، روح المعانی، ج ۲۳، ص ۲۷۷